مولانائے روم کے مکاتیب

ڈاکٹر محمد ریاض

مولانا جلال الدین محمد رومی (۶۰۴ھ - ۶۷۲ھ) کی تین تصانیف ہمارے ہاں متداول ہیں: مثنوی، دیوان کبیر (دیوان شمس تبریزی) اور "فیہ ما فیہ"۔ چالیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہوا کہ ان کی دو دیگر تصانیف ترکی میں شائع ہوئی تھیں: "مجالس سبعہ" (سات مجالس یا مواعظ) اور "مکتوبات" جن کی کل تعداد ۱۴۵ ہے[1]۔ یہ دونوں کتابیں ایران میں دوبارہ بھی شائع ہوئیں[2]۔ مگر ہمارے ہاں تصانیف رومی سے غیر معمولی دلچسپی کے باوجود ان کے بارے میں لوگ کم جانتے ہیں۔ اس وقت مکتوبات رومی کا ایک تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ "مجالس سبعہ" پر گفتگو پھر کبھی کی جائے گی انشاء اللہ۔

رومی، بلخ میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں انہوں نے ایران اور عرب ممالک کا سفر کیا اور آخر ترکی کے شہر قونیہ کو انہوں نے اپنا مستقر بنا لیا۔ وہ مدرس اور متکلم تھے مگر کوئی ۳۸ برس کی عمر میں شمس تبریزی کی ملاقات نے ان کی کایا پلٹ دی۔ شمس تبریزی اپنی زندگی کے آخری تین سال (۶۴۲ - ۶۴۵ھ) رومی کے ساتھ رہے۔ ان کی صحبت نے رومی کو ایک روشن ضمیر صوفی بنا دیا۔ اس کے بعد بھی رومی اگرچہ صحو و ہوش کے حامل رہے، اور کسب معاش کی خاطر فتوے لکھا کرتے تھے، مگر جذب و مستی ان کی زندگی کا لازمی جزو بن گیا تھا۔ "مجالس سبعہ" کے بعض حصوں کو چھوڑ کر رومی کی جملہ تصانیف ۶۴۵ھ کے بعد ہی لکھی گئی ہیں۔ یہ وہ دور ہے جب رومی ایک محترم مرشد تھے۔ سلاجقہ روم، ان کے وزرا اور امرا، علما اور قضاۃ، نیز قونیہ اور اطراف روم کے عمائد و مشاہیر سب ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ رومی کے ارادت مندوں کی تعداد کئی ہزار رہی ہے۔ اس لئے ان کے خطوط اور رقعات کی تعداد قیاساً زیادہ ہونی چاہئے تھی، مگر مطبوعہ کتب خانوں میں محفوظ خطوط کی کل تعداد ۱۴۵ ہی ہے۔ جبکہ ان کے سوانح نگاروں نے چند ہی خط نقل کئے تھے۔ بیسویں صدی عیسوی میں رومی کے سوانح یا افکار پر جو کتابیں

لکھی گئیں ، استاد بدیع الزمان فروزانفر (م ۱۹۷۰ء) کی سوانحی کتاب کے سوا کسی کتاب میں "مجالس سبعہ" یا "مکتوبات" کا ذکر نہیں ملتا۔

مکتوبات کے موضوعات میں وہ تنوع اور رنگا رنگی نہیں ہے جو رومی کی دیگر کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ بیشتر خطوط وزراء اور امراء کے نام سفارشی یا تعارفی رقعے ہیں۔ کچھ خط قضاۃ، علماء، احباب، رشتہ داروں یا مریدوں کے ام لکھے گئے ہیں۔ ان میں بھی زیادہ تر سفارش، تعارف، خانگی باتیں یا نصیحتیں ہیں۔ علم و عرفان کی باتیں خال خال ظر آتی ہیں۔ خطوط ضخامت کے اعتبار سے البتہ مختلف ہیں۔ کوئی خط آدھے صفحے کا ہے تو کوئی چار پانچ صفحے کا۔ رومی ایک نکتہ آفرین شاعر اور مصنف تھے۔ انہوں نے خطوط میں بھی بات سے بات پیدا کی ہے۔ ہر خط کا غاز "اللہ مفتح الابواب" کے کلمات سے کیا ہے۔ چند خطوط کے سوا باقی خطوط میں مکتوب الیہم کے نام متن کے ساتھ رج کئے ہیں۔ ان کے مکتوب الیہم میں قابل ذکر یہ ہیں۔ فرزندان رومی، سلطان ولد، علاؤ الدین اور امیر عالم ظفر الدین (چلپی عالم)۔ زوجہ سلطان ولد (فاطمہ خاتون)۔ امیر امین الدین میکائیل۔ امیر تاج الدین معتز۔ امیر لال الدین قراطای، شیخ صلاح الدین زرکوب۔ سیف الدین امیر۔ سید شرف الدین سمرقندی (رومی کے خسر) نخ صلاح الدین ملطی۔ ظہیر الدین امیر۔ قاضی عز الدین۔ امیر مجد الدین۔ امیر نجم الدین سپہ سالار۔ شیخ کریم الدین محمود۔ ال الدین رومی (امیر قونیہ)۔ امیر نور الدین۔ امیر کمال الدین قونوی اور امیر معین الدین پروانہ۔ ان میں سے اکثر نام کئی کئی خط ہیں آخر الذکر امیر پروانہ کے نام ۳۰ خط لکھے گئے ہیں۔ امیر پروانہ سلاجقۂ روم کا ایک نامور یر رہا ہے۔ (م ۶۷۵ھ) اس کی سخاوت، بخشش اور لیاقت کی بڑی شہرت تھی۔ دوسرے امراء، اعیان شیوخ کے حالات تاریخ ابن بی بی مناقب العارفین اور مسامرۃ الاخبار میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ باقی مکتوب الیہم ں کے مرید اور رشتہ دار ہیں۔

رومی کے ۴ مکتوب (۱۳، ۱۴، ۴۰، اور ۶۴) عربی میں ہیں اور باقی فارسی میں قرآن مجید کی آیات، احادیث ، عربی امثال و حکم اور عربی و فارسی اشعار تقریباً ہر خط میں ملتے ہیں۔ دیگر تصانیف کی طرح مکتوبات میں ومی نے حکایات اور تمثیلات سے کام لیا ہے۔ رومی کا زمانہ چنگیز اور ہلاکو کی سفاکیوں کا زمانہ تھا۔ منگولوں ، وغارت گری نے لوگوں کو ذہنی اور روحانی پریشانیوں کے علاوہ، معاشرتی مشکلات میں بھی مبتلا کر رکھا تھا۔

طوائف الملوکی اور بدامنی کا دور دورہ تھا۔ بے روزگاری عام تھی اور لوگ اپنے معمولی حقوق سے بھی محروم تھے۔ ذرا ذرا سی افواہیں سن کر سلاطین، وزراء اور امراء لوگوں کو جیلوں میں ڈال دیتے تھے۔ مکاتیب رومی کو اس وقت کے حالات کے پس منظر میں دیکھنا چاہیئے۔ انہوں نے ستم رسیدہ اور پریشان حال خلق خدا کی مدد کے لئے سلاطین اور اعیان و اکابر سے اپیلیں کی ہیں۔ ان خطوط میں رومی کا انداز بیان جرأتمندانہ ہے۔ وہ اپنے لئے نہیں دوسروں کے لئے مدد مانگتے ہیں۔ وہ آیات و اخبار، تمثیلات اور حکم کے ذریعے مکتوب الیہم کو دوسروں کی مدد کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ ان میں کئی قسم کی مدد کی درخواستیں ہیں۔ وہ مغضوب و مقہور اور ملازمت سے برخاست شدہ ملازمین کی صفائی پیش کرتے ہیں۔ قضاۃ اور وکلاء کو لکھتے ہیں کہ فلاں یتیم کو اس کا حق دلوائیں اور اس کی موروثی املاک بحال کروائیں۔ وہ پریشان حال لوگوں کی مالی مدد کی درخواست کرتے ہیں۔ بے روزگاروں کو روزگار دلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگوں کے تنازعات اور مناقشات رفع کرواتے ہیں۔ نوجوانوں کو آمادہ کرتے ہیں کہ وہ ازدواجی زندگی گذاریں۔ ان کو روزگار دلواتے ہیں۔ خانقاہوں اور مساجد میں اہل علم، شیوخ، ائمہ اور اساتذہ کی تقرری کی سفارش کرتے ہیں۔ لوگوں کو تجارتی سہولتیں دلواتے ہیں تاکہ مالی پریشانیوں سے انہیں نجات ملے۔ اس طرح وہ لوگوں کی دنیا سنوار کر انہیں عقبیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان مکتوبات میں رومی کی شخصیت ایک عالم باعمل کی نظر آتی ہے۔

رومی کے فرزند اکبر سلطان ولد (۶۲۳-۷۱۲ھ) کی شادی ان کے دوست شیخ صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ خاتون کے ساتھ ہوئی۔ کئی سال تک ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی اور مخالفوں نے فاطمہ خاتون کے چال چلن کے بارے میں بھی سلطان ولد کو بدگمان کر دیا۔ نتیجتہً ان دونوں کے درمیان سخت ناچاقی ہو گئی۔ اور اگر رومی صلح صفائی نہ کراتے تو شاید دونوں میں دائمی علیحدگی ہو جاتی۔ معلوم ہوتا ہے اس وقت رومی قونیہ سے باہر تھے یا ان کا بیٹا اور بہو کہیں اور رہتے تھے کہ انہیں خطوط لکھنے کی ضرورت پڑی۔ ان دونوں کے نام دو خط "مکتوبات رومی" کے اس مجموعے کی اشاعت سے قبل بھی معلوم تھے۔ شمس الدین افلاکی نے انہیں "مناقب العارفین" میں نقل کیا تھا اور استاد فروزانفر نے بھی اپنی سوانحی کتاب میں ان کے اقتباس دیئے ہیں۔ ذیل میں سلطان ولد اور فاطمہ خاتون کے نام خطوط کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) "اللہ مفتح الابواب" اپنے شاہزادے اور دل و دیدہ کی روشنی کو اس بیٹی کے حقوق یاد دلاتا ہوں جو "وکفلہا زکریا" (آیہ ۳۷ سورہ ۳) کے مطابق اس کے حبالۂ نکاح میں دی گئی ہے۔ وہ ایک بڑے امتحان کی خاطر تمہارے حوالے کی گئی ہے۔ توقع ہے کہ تم اختلافات کے بہانوں کی آگ پر پانی ڈالو گے، تعلقات منقطع کرنے کے لئے ایک لمحے کی خاطر بھی کوئی غلط اقدام نہ کرو گے اور فرائض ازدواجی کے ادا کرنے کے ضمن میں مزید ایسی کوئی حرکت نہ کرو گے جس سے تمہاری زوجہ کو رنج ہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں بے وفا اور ناجوانمرد کہے۔ تمہیں صبر و حوصلے سے محروم جانے یا تمہارے حسب و نسب کے خلاف زبان کھولے۔ کم عمری کا کیا شکوہ؟

بچۂ بط اگرچہ دینہ بود　　　آب دریاش تا بسینہ بود

بزرگوں کی اولاد کے بارے میں، جو "الحقنا بھم ذریتھم" (۲۱ : ۵۲) کے مصداق ہیں، گواہی اور شہادت طلب کرنا ایک خوفناک کام ہے۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے کہ اپنے باپ دادا، اپنے خاندان اور خود اپنی نیک نامی کی خاطر اپنی زوجہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس کے خاندان والوں کا احترام کرو۔ معاشرت میں ہر دن کو شادی کا پہلا دن اور ہر رات کو شب زفاف جانو اور اپنی زوجہ کے دل کو شکار کرنے کی کوشش کرو۔ یہ نہ سوچو کہ نکاح کے بعد زوجہ اب میری شکار ہے اور اس کا دل موہ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ظاہر بینوں اور منافقوں کی روش ہے کہ "یعلمون ظاھراً من الحیوۃ الدنیا" (۷ : ۳۰)۔ زوجہ کو صید و شکار قرار دینا کم عقل کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے شوہر کے تصرف میں دے رکھا ہے۔ لیکن شوہر کے زوجہ پر تصرف سے ہزار ہا گنا زیادہ اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات پر تصرف ہے۔ مگر وہ اپنی محترم مخلوق کا اتنا احترام کرتا ہے کہ "والطور"، "والتین" اور "الزیتون" وغیرہ میں ان جمادات اور نباتات کی قسم کھاتا ہے جن سے خاص انسانوں کا ربط رہا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار نبی اکرمؐ نے حضرت علی سے پوچھا: "اگر میرے اجزائے جگر کو تم زمین پر دیکھو تو کیا کرو؟" اس سوال پر حضرت علیؓ سہم گئے، زبان سے کچھ نہ بولے مگر اشارہ سے کہا کہ "انہیں چشم و دل کی متاع بناؤں گا۔" نبی اکرمؐ نے فرمایا: "یاد رکھو فاطمہ اور اس کی اولاد میرے جگر گوشے ہیں جو تم زمین پر دیکھتے ہو۔" تم بھی سوچو کہ فاطمہ ماتون کون ہے اور اس ایک کی دل آزاری دوسرے ہزار انسانوں کی دل آزاری سے زیادہ تباہی کا باعث ہو سکتی ہے۔

برخاستن از جان وجہان مشکل نیست — مشکل ز سرکوی تو برخاستن است
من خود دانم کز تو خطای ناید — لیکن دل عاشقان بداندیش بود

اس خط کو محفوظ رکھو مگر کسی سے اس کا ذکر مت کرو۔ والسلامؑ۔

(۲) اللہ مفتّح الابواب۔ شعر:

روحی بروحک ممزوج و متصل — فکل حادثۃ توذیک، توذینی[۶]

اللہ تعالیٰ گواہ ہے، اور اسی ذات لایزال کی قسم کھاتا ہوں کہ جس معاملے میں بیٹی تمہیں دکھ ہوا، اس کا دو چند دکھ مجھے ہوا۔ تمہارا رنج والم میرا ذاتی رنج والم ہے۔ اور تمہاری تشویش میری تشویش ہے۔ تمہارے والد سلطان المشائخ انوار حقائق اور مشائخ مشرق کے سلطان (قدس اللہ روحہ) کے مجھ پر مربیانہ اور استادانہ حقوق ہیں اور کسی شکر و سپاس اور خدمت کو ان حقوق کا بدل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ان کے احسانات کا بدلہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے خزانے سے دے گا۔ بیٹی سے التماس یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بات چھپائے نہیں اور فوراً اطلاع دے دیا کرے۔ یہ بات میرے لئے باعث سپاس ہو گی اور میں اس عزیز بیٹی کی ہر مشکل دور کرنے کی کوشش کروں گا۔ بہاء الدین (سلطان ولد) اگر تمہارے آزار کے درپے یوں ہی رہا تو میں اس سے برگشتہ خاطر رہوں گا، اس کے دعا و سلام کا جواب نہ دوں گا اور وصیت کر دوں گا کہ میرے جنازے پر بھی نہ آئے۔ تمہیں آزار دینے والے ہر شخص کے ساتھ میرا رویہ اسی طرح سخت ہوگا۔ بیٹی غم نہ کرو۔ قرآن دیکھو کہ خدا اور اس کے کئی بندے تمہارے حامی و ناصر بنے ہوئے ہیں۔ ایک دو کے دشمن ہو جانے سے تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ کتا سمندر کے پانی کو جوٹھا نہیں کر سکتا اور مکھی کے بیٹھنے سے نیشکر کے خرمن کا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں مطمئن ہوں کہ تمہیں بدنام کرنے والے لاکھ قسمیں کھائیں، وہ ظالم اور مفسد ہی ہیں۔ جو تمہارا ہوا خواہ اور ہمدرد نہ ہو، میں اسے مظلوم کیسے مان لوں؟ وہ سامنے گریہ وزاری کریں گے اور تمہیں صاحب زادی کہیں گے۔ مگر پیٹھ پیچھے برائی سے باز نہ آئیں گے۔ آخر یہ منافق تم پر ظلم کر کے مظلومیت و مسکنت کا لبادہ کیوں اوڑھ رہے ہیں؟ میں ان سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ کبھی مجھے ملیں تو ان کے ساتھ ہنسی مذاق سے دھوکا نہ کھاؤ، وہ زہر خند ہوتا ہے۔ میرا دل ان سے اس وقت راضی ہوگا جب وہ اپنے کئے پر واقعی نادم ہوں گے، مکر و فریب کی روش ترک کر دیں گے، نیک کام کرنا شروع کر دیں گے اور

اپنے آپ کو مردانِ حق کی خاک پا کے برابر بھی اہمیت نہ دیں گے۔ میرا یہ پختہ خیال ہے کہ منافقانہ روش سے نباہ نہ کیا جائے اور میں انشاءاللہ اسی خیال پر دنیا سے کوچ کروں گا۔ میری بیٹی، مجھ سے کوئی بات صیغہ راز میں نہ رکھو اور ہر ایک کے سلوک سے مجھے آگاہ کرتی رہو تاکہ میں بھی حتی الامکان تمہاری مدد کر سکوں۔ تم دنیا میں سلطان المشائخ کی نشانی اور ایک طرح کا امن و سلامتی کا نقش ہو۔ تمہارے خوش رہنے سے سلطان المشائخ کی روح خوش رہے گی۔ بیٹی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اور تمہارے فرزندوں کو (اللہ انہیں جلد لائے گا) غم اور پریشان حالی سے محفوظ رکھے۔" آمین یارب العالمین"۔

رومی کے اکثر خطوط "آمین یارب العالمین" کے کلمات پر ختم ہوتے ہیں۔ سلطان ولد اور اس کی زوجہ فاطمہ خاتون بنت شیخ صلاح الدین زرکوب کے نام رومی کے خطوط کا ترجمہ نقل ہوا۔ رومی کی مداخلت سے میاں بیوی میں صلح ہو گئی اور رومی کی دعا کے مطابق ۶۷۰ھ میں ان کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہوا۔ اس کا نام فریدون تھا (جلال الدین عارف چلپی فریدون ۶۷۰ - ۷۱۹ھ)۔ دیوان کبیر میں رومی کی ایک غزل "فریدون" کی ردیف کے ساتھ ملتی ہے اور وہ اسی موقع پر لکھی گئی تھی۔ رومی کی وفات کے بعد سلطان ولد کے ہاں تین بیٹے اور ایک بیٹی تولد ہوئی تھی۔ شمس الدین احمد افلاکی جس نے ۷۱۸ھ میں "مناقب العارفین" نام کی کتاب دو جلدوں میں لکھی، سلطان ولد کے بیٹے فریدون کا مرید تھا۔ اس کتاب کو فریدون ہی نے لکھوایا تھا۔

حکایت اور تمثیل کے ذریعے بات سمجھانا رومی کا معمول رہا ہے۔ مگر کبھی کبھی انہوں نے بیانیہ انداز میں بھی درِ بہائے حکمت دیئے ہیں۔ بہتر ہو گا کہ "مکتوبات رومی" پر ایک نظر ڈالیں اور ایسے بعض نکات کو یہاں بصورت ترجمہ درج کرتے جائیں۔ ان اقتباسات کے ذریعے خطوط کے محتویات کے بارے میں اندازہ کر لینا مشکل نہ ہو گا۔ قوسین میں متن کی رو سے خط کا نمبر شمار دے دیا جائے گا۔

"تقدیر کے ہاتھوں دوستوں اور محبوں کی ملاقات اور جدائی کا حال سمندر کے مد و جزر کی لہروں کا سا ہے۔ یہ امواج متحرک اور جدا ہیں، مگر ایک دوسرے کی جلیس اور دمساز بھی ہیں۔ گو کوئی اوپر اٹھتی اور کوئی نیچے بیٹھتی نظر آتی ہے مگر سمندر کے ایک خاص عمل کی تکمیل ان کی کشاکش سے ہوتی ہے۔ میدان جنگ میں جنگ آزماؤں اور صف آراؤں کی کر و فر اور بھاگ دوڑ کا بھی یہی حال ہے۔ ایک حملہ کر رہا ہے، دوسرا جنگی چال میں فرار اختیار کر

۔ ۔ ہے ۔لیکن فتح ونصرت کے لئے دونوں کے کام کی یکساں اہمیت ہے۔ اس لئے میدان کارزار کا کروفر ایک دوسرے کا مخالف ہے نہ سمندر کا مدوجزر۔

سرفروشاں یکے با دیگرے درجنگند لیک چوں درنگری متفق یک کارند

قادر مطلق کی حکمت وہم وتصور میں نہیں آسکتی۔ وہ تمام احوال اور تغیرات پر قادر ہے، اور ہم بعض باتوں کا نارسا قیاس ہی کر سکتے ہیں۔ وہ دوستوں اور احباب کو ظاہری طور پر اکٹھا کرتا ہے مگر اس اجتماع کا معنوی دل جمعی اور اختلاط سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ باطنی دل جمعی خاص دوستوں کو ہی نصیب ہوتی ہے۔ جن احباب کو باطنی اختلاط حاصل ہو، وہ ایک دوسرے کی جدائی اور انتقال پر بھی روتے نہیں، کیونکہ وہ معنوی قربت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ معنوی قربت کو کسی رنج وقلق سے خطرہ نہیں ہوتا مگر یہ عطائے عظیم ہر ایک کو نہیں ملتی۔ جس طرح سمندر غلاظت اور گندگی سے آلودہ نہیں ہوتا، اسی طرح معنوی قربت کے حامل لوگ صوری جدائی سے نالاں نہیں ہوتے"۔ (مکتوب ۴)۔

مذکورہ بالا اقتباس میں منجملہ دیگر امور کے رومی نے اپنا فلسفہ ہجر وفراق بھی بیان کیا ہے۔ رومی شمس تبریزی کی جدائی کے بعد فراق کے شاکی رہے مگر باطنی دل جمعی کی بنا پر انہوں نے یہ قلق جلد بھلا دیا۔ جدائی کیا موت بھی ان کے لئے بازیچۂ اطفال تھی۔

"..... ازروئے تحقیق ہم انسان جسم واحد کی طرح ہیں کہ "ماخلقکم ولا بعثکم الا کنفسٍ واحدۃ" (۲۸: ۳۱) - مگر جسم کے جس حصے کو زیادہ تکلیف پہنچے اسے زیادہ احساس ہوتا ہے۔ یہ بات اس امر کی غماز ہے کہ اعضائے جسم ایک دوسرے سے لڑیں نہیں بلکہ تکلیف میں مبتلا عضو یا اعضا کو سکون پہنچانے کی کوشش کریں۔ مگر فاسد اعضا کا معاملہ دوسرا ہے۔ مجموعی اعتبار سے انسانوں کو جنگ وجدال کی نہیں، بلکہ صلح وآشتی کی راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ ان کا بھلا اسی میں ہے۔ خدائے لایزال، جس نے ایک عام نباتاتی عنصر کو گندم کی سی غذائی جنس بنایا، دھوئیں کو آسمان کی صورت دی، مٹی کو انسانی حسن عطا کیا، اور حرارت آفتاب کو باعث حیات ورونق بنایا، وہ وحدت انسانی کی دعوت دیتا ہے، مگر اختلافات اور تنازعات کی حکمت بھی اس نے کہیں کہیں سمجھائی ہے۔ فروع، اصل کو پہچاننے کا ذریعہ ہیں، اور مجاز حقیقت کو سمجھنے کا وسیلہ بنتا ہے۔ زبان کے تنوع ہی کو دیکھ لیں۔ ارمنی، ترک اور عرب وغیرہ

اپنی اپنی بولی بولتے ہیں اور ایک بولی کے جاننے والے کو دوسری بولی سمجھانے کے لئے ترجمان کی ضرورت پڑتی ہے۔" وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم" (۴۴ : ۱۷) میں یہی حکمت بیان ہوئی ہے۔ (مکتوب ۸)۔

ایک حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے پوچھا: "موسیٰ تم جو مجھے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھو تو کیا کروگے؟" حضرت موسیٰ نے کہا: "میرے پروردگار تو اس قسم کے اعمال سے پاک اور منزہ ہے"۔ فرمایا: "موسیٰ جب میرے کسی بندے کو تم اپنے دروازے پر دیکھو، تو اس کے ساتھ وہی سلوک کرو جو تم میرے ساتھ کرتے، اس لئے کہ میرے ہر بندے کا وجود میری ہی صفتِ قیومی کے ساتھ وابستہ ہے"۔ نماز اگرچہ ایک بافضیلت کام ہے مگر اصل فضیلت روح نماز کی ہے۔ روحِ نماز اس کا دوام ہے کہ "الذین ہم علیٰ صلاتہم دائمون" (۲۳ : ۷۰) اور دوسرے رب العالمین کے ساتھ اتصال۔ کہتے ہیں کہ کسی شیخ نے نماز مغرب پڑھنے میں تساہل سے کام لیا اور لوگوں نے اس کا احترام ترک کردیا۔ شیخ نے لوگوں کے عدم احترام کے سبب کو بھانپ لیا۔ بہرحال شیخ نے معذرت کی اور اپنے جذب و سکر کا راز بتایا۔ اس نے بتایا کہ فقہا کی نماز اور ہے اور صوفیا کی اور۔ پہلی کی شرط پانی سے طہارت اور وضو ہے اور دوسری کی سالہا سال کا مجاہدہ اور جہادِ اکبر۔ پہلی نماز فرض کی ادائیگی ہے اور دوسری دیدہ و دل کو خون کرکے فرض کی روح کو جاننا اور ذات متعال سے لو لگانا۔

گرچو شاہان بر سریر تخت نتوانی نشست ہمچو فراشان طناب خیمۂ شاہی بگیر
چونکہ سلطان نہ ای، رعیت باش چوں پیمبر نہ ای زاُمت باش

جس کسی کو یہ دوسری نماز ملے وہ "الحقنا بہم ذریتہم" (۵۲ : ۲۱) کے بمصداق ہے۔ مگر پہلی نماز پر مغرور ہوجانے والے دوسری نماز کی حلاوت نہیں پا سکتے۔ کیونکہ وہ اہل دل سے اپنے آپ کو بے نیاز جانتے ہیں.... (مکتوب ۱۹)

رومی اور شمس تبریزی کی سہ سالہ ملاقات اور جدائی ایک مشہور واقعہ ہے۔ شمس تبریزی کی روپوشی کے بعد رومی کوئی سات برس (۶۴۵ - ۵۲، ۵م) تک بلاد شام میں سرگرداں رہے، مگر بعد میں شیخ صلاح الدین زرکوب کی صحبت سے انہیں سکون و اطمینان ملا۔ پھر بھی ہجر و وصال کی باتیں ان کے مکتوبات میں بہ تکرار ملتی ہیں۔ مثلاً ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

اللہ تعالیٰ جنہیں چاہتا ہے ملا دیتا ہے اور جنہیں چاہتا ہے ملاقات کے بعد دور کردیتا ہے۔ اپنے فضل و کرم

سے وہ فراق کو وصال سے بدل دیتا ہے اور دور کے فاصلے کو نزدیک کر دیتا ہے... حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کا واقعہ معروف ہے۔ وہ باپ اور بھائیوں سے مدتوں جدا رہے اور ان سے ملنے کی بظاہر ناامیدی کے بعد ان کی امید بر آئی۔ حضرت یوسف نے اس وقت آسمان کی طرف مُنہ کیا اور بولے: خدایا، تو پاک ہے، تو نے کیا اسباب فراہم فرمائے کہ مدتوں کے بعد باپ اور بھائیوں کو مجھ سے ملا دیا اور فراق کے بعد وصل کی نعمت مجھے عطا فرمائی۔ ان ربی لطیف لما یشاء (آیہ ۱۰۰ سورہ یوسف)۔ میرے والد اور بھائی کنعان میں تھے اور میں مصر میں۔ انہیں میری خبر ہی نہ تھی۔ کیسا قحط پڑا کہ سونے کی اینٹیں دے کر روٹی نہیں ملتی۔ اس حالت میں وہ روٹی کے محتاج ہوئے اور ادھر کا رخ کیا۔ یہ خاص عطائے خداوندی ہے کہ میں بادشاہ مصر بنا اور چہار دانگ عالم میں میری شہرت ہوئی۔ عزیز کے ہاں غلے کی فراوانی اور ارزانی کا سن کر میرے بھائی یہاں آئے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ عزیز مصر کھوٹے سکے بھی قبول کر لیتا ہے اور میں نے بھی ان کی متاع لٹا دی تھی۔ خدایا میں کس قدر شکر گزار ہوں کہ میرے بھائی لاعلمی میں یہاں آگئے ورنہ اگر انہیں خبر ہوتی کہ ان کا بھائی عزیز مصر ہے تو وہ میرے ساتھ اپنے برتاؤ کے پیش نظر ہرگز یہاں نہ آتے۔ خداوندا تو نے واقعی عجیب کارسازی سے حضرت یوسف صدیق کو ان کے والدین اور بھائی بہن ملوا دیئے۔ ذات لایزال شب و روز ایسے لاکھوں کام منصۂ شہود پہ لا رہی ہے۔ ایک گروہ یا شخص جدا ہوتا ہے۔ اور دوسرے گروہ یا شخص کے اسباب ملاقات فراہم ہوتے ہیں۔ موج تقدیر اسے دور پھینکتی ہے اور اسے قریب لے آتی ہے۔ دل جمعی سے زندگی گذارنے والوں کو لذت فراق چکھانا اور پراگندہ خاطر افراد کو لذت وصال سے آشنا کرنا اسی کا کام ہے...." (مکتوب ۳۸)

"...... خالق مطلق کی یہ کارسازی ہے کہ اس نے ایک قطرۂ منی کو، جس کے کان تھے نہ آنکھ، جس کی عقل تھی نہ ہوش، جس میں بندہ کی صفات تھیں نہ مالک کی، جس میں غم کا عنصر تھا نہ خوشی کا، جسے عزت کی خبر تھی نہ ذلت کی، رحم مادر میں پناہ دی، اسے قطرۂ خون بنایا، پھر مضغۂ گوشت، پھر اس ہیولیٰ اور نقش ناتمام سے، جس کے اعضاء جوارح نہ تھے، یہ جملہ اعضا پیدا کئے: منہ، آنکھ، کان، ناک اور زبان، ہر عضو کا حیرت انگیز کام ہے، مگر سینے کے اندر ایک حیرت انگیز عضو "دل" ہے، جو قطرات خون پر مشتمل ہے، یا مضغۂ گوشت ہے، مگر وہ ایک بحر ہے، گوہر ہے اور جہاں نما ہے۔ "دل" بندہ ہے اور سلطان بھی۔ مگر تخلیق کے ان عجائبات پر کس کی توجہ ہے۔ اور کسے خبر ہے کہ خالق کل انہیں کس

پستی سے اس بلندی پر لایا ہے۔ پھر اس نے انسان کو کیا کیا حقائق سکھائے۔ اسی پر بس نہیں کیا۔ فرمایا کہ انسانوں کو نعمتِ حیات اور طبعی موت دے کر چھوڑ نہ دوں گا بلکہ انہیں زمین و افلاک سے ماوراء لے جاؤں گا۔ فرمایا کہ تمہیں وہ وہ بلندیاں اور نعمتیں عطا کروں گا جن کا تم نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا اور جو تمہارے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئی ہوں گی۔ نعیم جنت اور مدارج عقبیٰ کی کوئی حد نہیں۔ وہاں بوسیدگی، فرسودگی، تھکاوٹ اور موت کا گذر نہیں۔ وہاں تروتازگی، نشوونما، طراوت اور زندگی کا دور دورہ ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اس جہان ارضی کے باہر کئی آسمان، آفتاب ماہتاب، ممالک، بلاد اور باغات ہیں، یہ سب قطرۂ منی سے نشوونما پانے والے انسان کے استفادہ کی خاطر ہیں۔ اسی قطرۂ منی کے کرشمے، شاہ وگدا، اور عالم وجاہل ہیں .... مگر اے قطرۂ منی، اس تاریک منزل سے نکل اور اپنا مقام و مرتبہ پہچان، کیا تجھے خبر نہیں کہ تیری منزل اس جہان خور وخواب سے پرے ہے۔ "وان الی ربک المنتہیٰ"..... (مکتوب ۳۶)

"..... موجودہ زمانہ کے فتنوں نے لوگوں کو ایسا بدحال کر رکھا ہے کہ "قل متاع الدنیا قلیل" (۷۷:۴) کے لقمۂ فانی کی تنگی میں لوگ ایک دوسرے کے پیالے میں ہاتھ ڈال رہے اور ایک دوسرے کی جیب پر حملہ کر رہے ہیں اس بے وفا دنیا سے متاع لقمہ ختم نہیں ہوئی مگر غاصبوں نے اسے غارت کر دیا۔ اور غذا کی فراہمی کی اب بھی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یاعبادی الذین آمنوا ان ارضی واسعۃ (۲۹:۵۶)۔ یہ وسیع زمین ہجرت کے علاوہ قناعت کا درس دیتی ہے کیونکہ قناعت بھی بے حد دراز ہے۔ قانع افراد چیونٹیوں کی طرح دانوں کے ساتھ چمٹتے نہیں ہیں۔ وہ فھو حسبہ (۲:۶۵) پر متوجہ رہتے ہیں اور سب کا بھلا چاہتے ہیں۔ مگر آج کل اکثر لوگ چیونٹیوں کی طرح دانوں سے چمٹے ہوئے ہیں اور خرمن جمع کرنے کی فکر میں ہیں ... کاش انہیں باقی رہنے والے خرمن کی بھی فکر ہوتی اور "ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء" (۵۷:۲۱) پر بھی توجہ رکھتے۔ اللہ تعالیٰ اس زمانے کے لوگوں کو قناعت و توکل کی نعمت عطا فرمائے" (مکتوب: ۴۳)۔

ارشاد رسولؐ ہے کہ "نکاح میری سنت ہے"۔ اس لئے ذی استطاعت لوگوں کو اہل حاجت کے نکاح کے اہتمام میں مدد کرنی چاہیئے۔ حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے گھوڑے کا تحفہ لائے جو سمندر کے راستے عرب لایا گیا تھا۔ گھوڑا بہت عمدہ تھا۔ آپ نے یہ تحفہ قبول فرماتے

ہوئے کہا: "مجھے زمین و افلاک پیش کئے گئے اور یہ کائنات ہی خدا نے میرے لئے بنائی ہے مگر میں تحفے کی قدر کروں گا۔" خدا نے نبی اکرمؐ کی سیر چشمی کے لئے خود فرمایا ہے کہ "ما زاغ البصر و ما طغیٰ" (۱۷ : ۵۳) سبحان اللہ، جو ہستی ذات باری کو دیکھ کر کما کان رہے، وہ زخارف دنیا کو دیکھ کر کیا اترائے گی۔ بہرحال گھوڑے کا تحفہ لے کر آپ نے صحابہ سے کہا: "بتاؤ یہ گھوڑا کس کام کے لئے مناسب رہے گا؟" صحابہ نے مختلف آراء دیں۔ "اسے کفار کے خلاف جہاد میں استعمال کیا جائے۔" "بہتر ہوگا کہ اسے بیچ کر اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کردی جائے۔" صحابہ اسی طرح گھوڑے کے مختلف مصرف پیش کرتے رہے۔ نبی اکرمؐ نے ان سب کو پسند فرمایا مگر بہتر سے بہتر کا استفسار فرماتے رہے۔ آخر میں خود فرمایا: "زیادہ بہتر ہوگا کہ اس سے نکاح کے کاموں کی انجام دہی میں مدد لی جائے۔ جب کبھی نکاح میں کوئی رکاوٹ پڑے اور مہر یا جہیز یا کسی اور شرط پر کوئی اختلاف ہو، تو وہاں کسی معاملہ فہم اور شیریں سخن شخص کو اس گھوڑے پر سوار کرا کے بھیجا جائے تاکہ وہ جلد پہنچے اور نزاع کو رفع کرائے۔ اس طرح نکاح کے مراحل جلد طے ہو جانے میں مدد ملے گی۔" انبیائے کرام کے اقوال اور اعمال، خصوصاً خاتم الانبیاء کی احادیث اور سنن، حکمت و دانش کے گنجینے ہیں اور ما و شما کی عقل سو سال میں بھی حکمت کی سب باتوں کی تہ کو نہیں پہنچ سکتی۔ انبیاء، مومنین حقیقی ہیں اور "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔ لاکھوں کروڑوں چراغوں کو جلاؤ تو بھی وہ نورِ آفتاب کی برابری نہیں کر سکتے، حالانکہ آفتاب بھی نور اللہ نہیں، محض شعائر خداوندی میں سے ہے۔ اس کے نور سے کافر و مومن سب مستفید ہوتے ہیں مگر "مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"(۹)۔ اگر آفتاب نور اللہ ہوتا تو مومن کے لئے ایک دوسرے نور سے دیکھنے کی شرط نہ لگائی جاتی۔ عاقل کے لئے اشارہ کافی ہے۔ ان مثالوں سے مومن کا مقام اور سنت نکاح کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے ....." (مکتوب، ۴)۔

"بعض فلسفی اور معتزلی اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ، عالم عادل حکیم اور کریم وغیرہم کی نسبت اس ذات متعال کے ساتھ درست نہیں مانتے اور ان القاب اور اسمائے صفاتی کو ماسوا اللہ کی متاع مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ماسوا اللہ اور مخلوق کے لئے بھی استعمال ہونے والے القاب خدا کے شایان شان نہیں۔ پھر خدا کو ایسے طویل الذیل القاب کی کیا ضرورت ہے جو مخلوق کے لئے بھی لائے جا سکتے ہوں؟ اس طرح خالق اور مخلوق کی صفات میں فرق کیا رہ جاتا ہے؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی بادشاہ کی تعریف میں اس کے لبوں یا پلکوں کی تعریف کی جائے۔ بہرحال، لمبے چوڑے

آداب کبھی احترام کے لئے لکھے جاتے ہیں اور کبھی ان کا نہ لکھنا بھی اسلوب احترام ہوتا ہے۔ اور میرے مکتوبات میں بھی ایسا ہے کہ کبھی کسی ممدوح محترم کے القاب کا ذکر ہے اور کبھی ذکر نہیں ہے ......

حدیث قدسی ہے کہ "لوگوں میں اچھا وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے" اور "قوم کا راہنما وہ ہے جو ان کا خادم ہو" کیونکہ "واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض" (۱۷ : ۱۳)۔ ایک اور حدیث رسولؐ ہے کہ "عدل و انصاف کا ایک گھنٹہ ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے"۔ اور عدل کسی کام کو اس کے صحیح مقام تک پہنچانے کا نام ہے۔ حکم خداوندی ہے کہ فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا تنھر (۹۳ : ۹-۱۰) یتیم اور سائل دونوں مظلوم اور مسکین ہیں اور وہ غصے اور ڈانٹ کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ مظلوم و مقہور پر غصہ کرنا بے محل ہے اور یہ عدل نہیں۔ دعا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی ازلی اور ابدی تائید کی مدد سے امیر معین الدین پروانہ کا تعلق عدل اور رحم کے ساتھ کبھی منقطع نہ ہو۔ شوق ملاقات غالب ہے۔

لو ان الریح یحملنی الیکم   تشبثت باذیال الریاح

وکدت اطیر من شوقی الیکم   وکیف یطیر مقصوص الجناح

(مکتوب ۴۹۔ رومی کے ایک رشتہ دار کریم الدین محمود کی خطا بخشی کی درخواست بنام امیر معین الدین پروانہ)

"کہتے ہیں کہ بعض راہبوں نے اپنے مذہبی پیشوا سے شکایت کی کہ ہم (حضرت) محمدؐ کے ساتھیوں سے زیادہ فقر و فاقہ کے مصائب کاٹتے ہیں اور حرص و ہوس سے بھی دور رہتے ہیں، پھر ان جیسی عظمت ہمیں کیوں نہیں ملتی؟ راہب رہنما نے جواب دیا، تم نے رہبانیت اور ترک دنیا میں مبالغہ کیا حالانکہ دنیا کے بارے میں معتدل رویہ زہد و تقویٰ اور خدا شناسی کا جزو ہے اور یہ رویہ انبیاء کا ورثہ ہے۔ انبیائے کرام کی سیرتوں پر غور کرو اور دین و دنیا کے بارے میں معتدل رویہ اپناؤ۔ انبیاء کی سیرتوں کے نمونے سامنے نہ ہوں تو شریعت و طریقت بے معنی الفاظ ہو کر رہ جاتے ہیں۔ تم نے انبیاء کی حقیقی تعلیمات فراموش کر دیں لیکن (حضرت) محمدؐ کے اصحاب ان پر کاربند ہیں۔ وہ جملہ انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انبیاء جسم واحد کی طرح ہیں اور اور کسی ایک کی تکذیب و تفریق سب کی تکذیب و تفریق ہے۔ مقررہ اعضا میں سے کسی ایک کو نہ دھونے سے وضو کیا ہوگا؟ انبیاء یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہے مگر تم نے ان کی تصدیق نہ مانی۔ انبیاء ایک ہی نور نبوت سے مستنیر رہے مگر تم نے اسے نہ پہچانا۔ ایک ہی آفتاب نبوت ضیا باشیاں

کرتا رہا مگر تم نے بے وقوف بن کر آنکھیں بند رکھیں۔ یہ کیا بات ہوئی کہ موجودہ آفتاب کے مومن ہوں اور سابقہ آفتاب کے منکر یا اس کے برعکس؟ مگر آفتاب کبھی بدلا ہے اور اس کی تجدید ہوئی ہے؟ ... صحابہ اور مومنوں کی عظمت کا ایک راز، بہرحال یہی ہے کہ وہ جملہ انبیا کی تعلیمات کے امین ہیں، مگر بعض مصلحتوں کی بنا پر ہم ان کی روش کو اپنا نہیں سکتے.....'' (مکتوب ۶۷)۔

حوالہ جات

۱۔ استنبول، ۱۹۳۰ء۔ مرتب کتب ڈاکٹر فریدون نافذ بک ہیں۔

۲۔ مکتوبات رومی مرتبہ یوسف جمشید پوری و غلام حسین امین۔ تہران۔ ۱۹۵۶ء۔ مثنوی معنوی بانضمام مجالس سبعہ (از روی نسخہ محمد رمضانی مرحوم) تہران۔ ۱۹۶۶ء۔

۳۔ رسالہ در تحقیق احوال و زندگانی مولانا جلال الدین محمد مشہور بہ مولوی۔ تہران۔ طبع اول، ۱۹۳۰ء۔ طبع دوم ۱۹۵۴ء۔ (ان کتابوں کا زیادہ ذکر طبع دوم میں ہے)۔

۴۔ اس خط (۱۳) میں ایک دو فارسی جملے بھی موجود ہیں۔

۵۔ دی یعنی، یہ گزشتہ کل کا۔

۶۔ میری روح تیری روح کے ساتھ مربوط و متصل ہے۔ ہر وہ حادثہ جو تجھے اذیت دے، مجھے بھی اذیت دیتا ہے۔

۷۔ استاد فروزانفر کی کتاب میں (صفحہ ۱۹۹) یہاں دو فارسی شعر بھی ملتے ہیں:

انوار صلاح دین بر انگیختہ باد ... در دیدہ و جان عاشقاں ریختہ باد
ہر جاں کہ لطیف گشت و از لطف گذشت ... با خاک صلاح دین بر آمیختہ باد

۸۔ مثنوی میں جہاد کے بارے میں ہے:

امر حق را ہم بامر حق شکن ... بر زجاج دوست سنگ دوست زن

۹۔ حدیث قدسی: المؤمن ینظر من نور اللہ۔